

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم - اے
۱۸ - وارث روڈ - لاہور } ایڈیٹر
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ
نیکلوڈ روڈ - لاہور } رخصت پر
پادری ایچ - ای وایلی صاحب
ایس - ٹی - ایم - ایمپرس روڈ - لاہور } مینیجر

نور افشان

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب نور افشان ہونا چاہئے - تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برای اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کر کے بنام ایڈیٹر وارث روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا کریں -

حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے دنیا میں آنے کو تھا

جلد ۵۵	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۱۲ - اگست ۱۹۲۷ء	نمبر ۳۲

مسدّس

(از قلم جناب کدار ناتھ صاحب منت)

گر تیری دہنی آنکھ سے ٹھوکر لگے تجھے   وہ دور بین دل کے لئے دوربیں بنے
بخواہش اس سے ہو کے کسی پر نظر کرے   اس کو نکال پاس سے تو دور پھینک دے
کانا ہوا اور بہشت میں جاگیر پائے تو
یا دونوں آنکھیں ہوتے جہنم میں جائے تو

جب تیرا دہنا ہاتھ ہی ٹھوکر تجھے کھلائے   اور تجھ سے وہ جو کار ہے نا کردنی کرائے
بہتر ہے اس کو کاٹ کے ہاتھ اس سے تو اٹھائے   تا خواہش بد اس سے ترے دل کی بر نہ آئے
ٹنڈا ہوا اور بہشت میں آرام پائے تو
یا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے دوزخ کمائے تو

یہ بھی کہا گیا کہ جو بی بی کو چھوڑ دے   تو اک طلاقنامہ بھی اس کو رقم کرے
لیکن میں تم سے کہتا ہوں غیر از حرام کے   جائز نہیں طلاق کبھی یا نہ دو کبھی
اور دوسرا بیاہ بھی کرے - خطا ہے یہ
جورو ہو یا خصم ہو - برابر زنا ہے یہ

اب اس معاملہ میں جو پیش نگاہ ہے   متن اس کا کچھ ادق ہے وہ تفسیر خواہ ہے
سننے اس میں ایک سبب اشتباہ ہے   دو مدعی ہیں ایک گرامر گواہ ہے
مضموں یہاں یہ کیا ہے اُسے پہلے حل کریں
شادی ہو یا طلاق پھر اس پر عمل کریں -

آئینے سے بھی بڑھ کے یہ مضموں یہاں ہے صاف   میں انجیلیوں خدا ترک کے خلاف
غیر از حرام کل سببوں سے ہے انحراف   جو وجہ ترک زوج ہے - باقی نہیں معاف

بہر نکاحِ ثانی زانی و زانیہ
ہم دیکھیں بائبل کے مقاماتِ ثانیہ

پہلا قرنتیوں کو خط اور باب ساتواں   آیت گیارھویں کو ہم اس میں پڑھیں ہاں
ایک دوسرے سے ہوں جو الگ بی بی اور میاں   آپس میں پھر ملاپ کریں یا ہوں بر کراں
بی بی کو اختیار نہیں افتراق کا
شوہر بھی تو مجاز نہیں ہے طلاق کا

خط رومیوں کو آیتِ دوم اور باب سات   اُس میں لکھی ہے صاف تر از آئینہ یہ بات
جورو خصم کے جیتے جی ہے اُسکی تا حیات   تا مرا الگ نہ ہونگے کل اُن کے تعلقات
مرنے پر اُس کے خواہ نکاح دگر کرے
یا بیوگی میں یونہیں وہ اپنی بسر کرے

یہ بھی کہا گیا کہ تو جھوٹی قسم نہ کھا   سوگند ایک عہد ہے تو کر اسے وفا
لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل ہے ناروا   جھوٹی قسم گناہ تو سچی بھی ہے خطا
کھانا نہ عرش کی قسم از حد وہ سخت ہے
مالک نہیں تو اُس کا خدا کا وہ تخت ہے

تو اس زمین کی بھی نہ کھانا کبھی قسم   چوکی ہے اُسکے پاؤں کی رکھتا ہے وہ قدم
ہے پاک بادشاہ کا شہر یروسلم   کھانا قسم نہ اسکی بھی جب تک ہے دم میں دم
کھانا قسم نہ سر کی کہ یہ بھی گناہ ہے
کب تجھکو اختیار سپید و سیاہ ہے

بیکار ہے قسم نہ کبھی لاؤ کام میں   اسکو نہیں ہے دخل کسی انتظام میں
دانا قسم کے پھنس نہیں سکتے دام میں   ہاں ہاں نہیں نہیں ہو تمہارے کلام میں
کہتا ہوں صاف صاف اسی میں بھلائی ہے

ہاں ہاں نہیں نہیں کے علاوہ برائی ہے
آنکھوں کے بدلے آنکھیں ہوں از بہر انتقام
دانتوں کے بدلے دانت یہ پہلا تھا انتظام
لیکن تمہیں بتاؤں میں بے خبر و یہ کلام
زنہار انتقام کا کرنا نہ اہتمام
اچھا ہے اک شریر اگر آ کے گھیر لے
دہنے طمانچہ مارے تو بایاں بھی پھیر دے

جان نثار افسر

بجرمِ عشقِ توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست (ماخوذ)

قیصر جولین جو قسطنطین اعظم کا بھتیجا اور یونانی فلسفہ کا پیرو تھا ۳۶۱ء میں روم کے تخت پر بیٹھا۔ اپنے تخت نشینی سے دس سال پہلے پوشیدہ طور پر مسیحی دین کو ترک کر کے اُس نے رومی مذہب کو اختیار کیا تھا۔ تخت پر پاؤں رکھتے ہی اُس نے علانیہ طور پر اپنے آپ کو بت پرست ظاہر کیا اور عزم بالجزم کیا کہ قدیم رومی بت پرست مذہب کو فروغ دے۔ سب سے پہلے اُس نے مسیحیت کی تردید میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اور بُت پرستی کے دستورات کو سرکاری خرچ کے وسیلے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دوبارہ شروع کیا اور خود اُن کا بڑا پوجاری بنا سابق مسیحی قیصروں نے جو متروک مندر مسیحیوں کو دے دیئے تھے حکماً واپس کرائے۔ اور ان میں سے جو گرائے گئے تھے اُن کو مسیحیوں کے خرچ سے از سر نو تعمیر کرا کر بُت پرستوں کے سپرد کیا۔ مسیحیوں کا کالجوں اور مدرسوں میں تعلیم دینا قطعاً بند کر دیا۔ خادمانِ دین قوم کے کمینوں میں شمار ہونے لگے۔ اُس نے یہودیوں کو اُبھارا کہ وہ یروشلم کی ہیکل کی تعمیر کریں تاکہ یسوع مسیح کی پیشینگوئی غلط ثابت ہو۔ جولین نے مسیحیوں کو جب موقع پایا ایذا دی۔ مگر وہ اُن کو تمام قلمرو کے مسیحی ہونے کے باعث گذشتہ ایذا رساں قیصروں کی مانند عام طور پر قتل نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بغاوت کا اندیشہ تھا۔

مورخ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک بُت خانہ کسی طرح سے آگ لگی۔ تب جولین نے یہ الزام مسیحیوں کے سر تھوپا۔ اور اگرچہ ان میں سے کسی کو (ثبوت نہ ملنے کے باعث) قتل تو نہیں کیا مگر اُن کو سخت سے سخت ایذا کے سپرد کیا۔

ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ چند سپاہی جو مسیحی تھے انعام پانے کیلئے اس کے حضور بلائے گئے۔ اُس وقت اُس نے اُن کو انعام لینے سے پیشتر آگ میں بخور ڈالنے کا اشارہ کیا۔ بعضوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی لیکن جنہوں نے یہ حکم مانا تھا اُن کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ جب ان کو اس کی حقیقت انعام لینے کے بعد معلوم ہوئی تو افسوس کرتے ہوئے پکار اُٹھے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں"۔ اور پھر آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہا۔ اے ہمارے مہربان منجی یسوع مسیح ہم نے تجھ سے بے وفائی نہیں کی۔ بلکہ قیصر نے ہم کو فریب دیا ہے"۔ اس کے بعد انہوں نے اس نقدی کو قیصر کے سامنے رکھ کر کہا۔ "اپنی یہ نقدی اُن کو جو اُس کے پانے سے خوش ہوتے ہیں دے ہمیں اس کی ضرورت نہیں"۔ جولین نہایت بے تاب ہوا اور اُن کے قتل کا فتویٰ دیا۔ لیکن بعد میں بغاوت کے اندیشہ سے اُن کو قتل نہیں کیا۔ مگر دور دور کے غیر آباد جگہوں میں جلا وطن کیا۔

ایک اور موقع پر اُس نے ملکِ اطالیہ کے دو مسیحیوں کو جو پولوس اور یوحنا کے نام سے مشہور تھے قتل کرایا اور گلاتیہ کے ایک بزرگ قسیس کو بڑے عذاب کے ساتھ مروایا۔

جولین بعض موقعوں پر مسیحیوں کے کنوؤں میں بتوں کی قربانی ڈلوا کر خراب کرتا اور ان کے کھانے کی اشیاء پر جو بازاروں میں بکتی تھیں بتوں پر چڑھایا ہوا پانی چھڑکوا دیتا تھا۔ ایک بار جب دو مسیحی افسروں نے اُس کو اس حرکت سے روکا تو اُن کو بڑے عذاب کے ساتھ مروا ڈالا"۔

اُن دنوں میں جولین کے ماموں نے جو اس کا وزیر بھی تھا قیصر کو خوش کرنے کی غرض سے مسیحی مذہب کو ترک کیا اور انطاکیہ میں مقیم ہو کر مشرق پر حکومت کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فوج کے دو افسروں پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ قیصر کے حکم کے خلاف اپنے جھنڈوں پر صلیب کا نشان رکھتے ہیں جب حاکم (قیصر کے ماموں) کو خبر ہوئی تو اس نے اُن کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ فوراً اپنے جھنڈوں کے نشانات تبدیل کرو اور رومی معبودوں کے سامنے قربانی گذرانو"۔ اُنہوں نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ "ہم ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کریں گے"۔ حاکم یہ سنکر بہت برہم ہوا اور حکم دیا کہ وہ کوڑوں سے پیٹے جائیں چنانچہ ان دونوں افسروں کو اس نے بڑی بے رحمی سے پٹوایا یہاں تک کہ ان کے بدن لہولہان ہو گئے۔ اُس کے بعد پھر اُن کو بلا کر کہا کہ اب ہوش آئی۔ یاد رکھو کہ اگر اب بھی اپنی ضد سے باز نہ آؤ اور رومی معبودوں کی پرستش نہ کرو تو تمہیں اس سے زیادہ سخت سزا ملیگی۔ ان افسروں نے جواب دیا کہ ہم خدای برحق کے پرستار ہیں اور ان معبودوں کو جنکی تم عبادت کرتے ہو نہیں جانتے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارے معبودوں کی پرستش کریں تو پہلے اُن کو سننے اور بولنے کے قابل بناؤ"۔ حاکم غصے کے مارے دیوانہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ ان کو قید خانہ میں لے جا کر خوب اذیت دو۔ چنانچہ وہ قید خانہ میں بُری طرح سے ستائے گئے۔ تاہم:

اگرچہ قید میں تھی ان پہ بیداد
مگر عیسٰے کی اُلفت میں تھے وہ شاد

چند روز کے بعد پھر اُن کو اپنے سامنے بلوا کر اُن سے پوچھا کہ کیا اب بھی قیصر کے حکم کی تعمیل کر کے رومی معبودوں کی پرستش کرو گے یا نہیں؟ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تب حاکم نے اُن دونوں عہدہ داروں کو مع دیگر چند مسیحیوں کے قتل کرایا۔ لکھا ہے کہ

جب ان دونوں کو قتل کرنے لگے
دل و جاں سے وہ حمد کرنے لگے
سخن اُن کا یہ تھا دمِ آخریں
کہ الحمد للہ جاں آفریں

نور افشاں

مطبوعہ ۱۲ اگست ۱۹۲۶ء

یسوع مسیح کی شخصیت

عبرانیوں کے نام خط اس کے دوسرے باب کی دسویں آیت میں مرقوم ہے کہ جس کے لئے سب چیزیں ہیں اور جس کے وسیلہ سے سب چیزیں ہیں اُسکو یہی مناسب تھا کہ جب بہت سے بیٹوں کو جلال میں داخل کرے تو اُنکی نجات کے بانی کو دکھوں کے ذریعہ سے کامل کرے۔

یہ آیت پڑھتے ہی مسیحی کے دل میں فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسیح کامل نہ تھا کہ اُسکو کامل بنائے جانے کی ضرورت ہوئی؟ اِس کا جواب دینے سے پہلے دو آیتیں اور پیش کرنا مفید ہوگا۔ لوقا کی انجیل کے دوسرے باب کی آخری آیت میں یوں مندرج ہے کہ یسوع حکمت اور قد وقامت میں اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا اور جس خط کی ایک آیت اوپر مذکور ہے اُس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اُس نے دکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی اور کامل بن کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ابدی نجات کا باعث ہُوا (باب ۵ آیت ۸ اور ۹)۔

اگرچہ پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح کا جسم کامل نہ تھا تو بھی یہ تعجب کی بات نہیں معلوم ہوتی کہ یسوع قد وقامت میں ترقی پذیر ہُوا لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حکمت میں بڑھتا گیا اور نہ صرف انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا بلکہ خدا کی مقبولیت میں بھی ترقی کی۔

مذکورہ بالا جملوں سے صاف ظاہر ہے کہ نئے عہدنامہ کی یہ تعلیم ہے کہ یسوع مسیح ایسی حالت میں پیدا نہ ہُوا جس میں ترقی نہ ہو سکے۔ ہم کو غور کرنا لازم ہے کہ لفظ کامل سے کیا مُراد ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ پہلے یہ کہ کامل چیز یا شخص وہ ہے جس میں کسی قسم کی ترقی کا امکان نہ ہو۔ خداوند یسوع مسیح کی کاملیت اس قسم کی نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ کامل چیز یا شخص وہ ہے جس میں اسکی حقیقت کے لحاظ سے کسی قسم کا نقص یا عیب یا کوئی کمی نہ ہو۔ مثلاً ایک گُل دان تاج محل کے برابر کامل ہو سکتا ہے۔ ایک اُلّو کامل ہو سکتا ہے اگرچہ اس میں تبدیلی اور ترقی ہو سکتی ہے۔ مسیح کی کاملیت اس دوسری قسم کی تھی۔ جب وہ شیر خوار بچہ تھا تو کامل تھا پر اُس کی کاملیت شیر خوار کی حیثیت کے مطابق تھی پھر وہ کامل لڑکا۔ کامل طالب علم کامل جوان۔ کامل کاریگر۔ کامل اُستاد۔ کامل نجات دہندہ بنا۔ اور اگرچہ درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا تو بھی ہر درجہ کی حیثیت کے لحاظ سے کامل تھا۔ جو کچھ لڑکے کو۔ جوان کو۔ اُستاد کو۔ اور نجات دہندہ کو ہونا اور کرنا چاہئے وہی مسیح تھا اور اُسیکو مسیح نے کیا۔

ہم یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ لازم تھا کہ مسیح طفولیت میں ہی ایسا کامل ہوتا جیسا اپنے جی اُٹھنے کے بعد کامل تھا۔ کیونکہ درحقیقت یہ کوئی کاملیت نہ ہوتی جو بات عقل کے خلاف ہے۔ وہ کاملیت میں داخل نہیں۔ ترقی کرنے والا ہر درجہ میں کامل ہو سکتا ہے۔ پر بتدریج پورے کمال تک پہنچتا ہے۔ اور یوں مرقوم ہے کہ خدا کے لئے مناسب تھا کہ ہماری نجات کے بانی یسوع کو اسی طرح سے درجہ بدرجہ کامل بنائے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ ہر عمر کے لوگوں کے لئے کمال کا نمونہ ہو ایک اور سبب تمثیل سے ظاہر ہوگا۔ فوج میں یہ انتظام ہے کہ قریب قریب ہر عہدہ دار معمولی سپاہی کا کام سیکھے۔ کوئی شخص یونہی فوجی عہدہ دار نہیں بن سکتا۔ اُسکو رفل اور سنگین اور معمولی سپاہی کا سامان بوجھ لئے ہوئے کوچ کرنا اور ہر جنگی ہتھیار کا استعمال سیکھنا پڑتا ہے تاکہ وہ خود اپنے تجربہ سے جان لے کہ سپاہیوں کا کیا کام ہے اور اُن کی کیا کیا تکلیفیں ہیں اور نیز سپاہیوں کو معلوم ہو کہ ہمارے عہدہ دار ہمارے کام اور ہماری تکلیفوں سے واقف ہیں۔ اس قاعدہ سے شہزادے بھی مستثنےٰ نہیں جب سلطنت برطانیہ کے ولیعہد فوجی کام سیکھتے تھے۔ تو اور جوانوں کے ساتھ کندھے پر رفل لئے ہوئے دور دور تک کوچ کرتے تھے۔

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یسوع مسیح کے انسانی تجربہ سے خدا کے علم کی ترقی یا افزایش ہوئی۔ لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے اس طرح سے انسانی زندگی بسر کرنے اور اس کی تکلیفیں اُٹھانے سے ہم کو جو اس روحانی فوج میں خدمتگذار ہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا کپتان یسوع ہمارے کام اور ہماری تکلیفوں اور آزمایشوں سے اپنے تجربہ کے سبب سے واقف ہے بلکہ اُس نے مجسم ہو کر ہماری دقتوں اور مصیبتوں کا تجربہ کیا۔ یسوع کے تھک جانے۔ بھوکا اور پیاسا ہونے۔ غم کرنے۔ رونے اور موت سہنے کا بیان ہمارے لئے کیسی تسلی کا باعث ہے۔ اگر وہ مجسم نہ ہوتا تو ہم کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ وہ درحقیقت ہمارا ہمدرد ہے اور ہم سے ہمدردی رکھتا ہے۔

یوحنا کی انجیل کے پہلے باب میں لکھا ہے "اور کلام مجسّم ہُوا" یعنی انسان بنا۔ دینِ مسیحی کا مرکز یہی ہے کہ کلام مجسّم ہوا۔ یہ مجسم ہونا محض دکھاوا یا ڈراما یا تماشا یا بہانا نہ تھا۔ مسیح یسوع میں کلام سچ مچ مجسم ہُوا۔ یہ ایک سبب ہے کہ یسوع نہ صرف ابن اللہ یعنی کلام مجسم کہلاتا ہے بلکہ ابن آدم بھی۔ ابن آدم سے آدمزاد یعنی انسان بلکہ کامل انسان تمام بنی آدم کا قائمقام مراد ہے۔ جب ہمارا آقا یسوع مسیح دیکھنے میں لڑکا تھا تو حقیقت میں لڑکا تھا۔ جب وہ انسان معلوم ہوتا تھا تو سچ مچ انسان تھا۔

بعض مسیحیوں کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کی اصل انسانیت کے قائل نہیں۔ وہ ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اُن کا حقیقی عقیدہ یہ ہے کہ خداوند یسوع اپنی دنیاوی زندگی کے دوران میں ہر علم سے واقف تھا اور ہر کام کر سکتا تھا۔ اگرچہ کلام الٰہی میں اِس کی صاف تکذیب ہے

مثلاً لکھا ہے۔ کہ وہ وہاں کوئی بڑا کام نہیں کر سکا (مرقس ۶: ۵) وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح میں انسانیت کی کوئی کمزوری یا قید نہ تھی۔

یسوع مسیح یقیناً بے گناہ تھا۔ لیکن وہ ساری باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا۔ عبرانیوں ۴: ۱۵۔ اور ایسے لوگوں سے میں چند سوال کرونگا۔

جب مسیح کسی شخص سے سوال کرتا تھا تو کیا اس کو اصل میں علم حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی؟ جب اُس نے دنیا کی آخرت کی بابت کہا "اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا" تو کیا وہ جھوٹ بولتا تھا؟ جب اُس نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ شیطان نے کس طرح اُس کو خدا کی مرضی کے برعکس چلنے کی ترغیب دی" تو کیا یہ محض نمائشی آزمائش کا ذکر تھا؟ جب یسوع نے فرمایا "میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی" تو کیا حقیقی گھبراہٹ نہ تھی؟ اگر یسوع مسیح میں انسانی کمزوری یا قید بالکل نہ تھی تو وہ تمام تواریخ میں سب سے بڑا ریاکار تھا۔

جب لوگ یوں اشارۃً مسیح کی انسانیت کو دور کرتے ہیں تو مریم مگدلینی کا قول منہ پر آتا ہے کہ "میرے خداوند کو اُٹھا لے گئے اور معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھا"

اکثر ہم سب اس غلطی میں پھنس جاتے ہیں کہ زندہ شور اور ظاہری طاقت اور زبردستی اور شان و شوکت کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ ہم خدا کی قدرت اور حکمت وغیرہ کو اُس کی پاکیزگی۔ محبت۔ بُردباری پر ترجیح دیتے اور ان صفتوں کو اعلےٰ و افضل سمجھتے ہیں جو بغیر محبت اور انصاف کے محض شیطانی ہوتیں ہیں۔ خدا کی قدرت کے ثبوت میں مسیح نے بہت کم کہا پر اُس کی محبت کے بارہ میں بہت سی تمثیلیں پیش کیں۔ پس جب ہم چاہتے ہیں کہ مسیح مجسم میں پاکیزگی اور محبت اور بردباری اور روحانی طاقت کے علاوہ اور الٰہی صفتیں پائیں جو حقیقی انسانیت کے خلاف ہوں تو ہم نہ صرف نئے عہد نامہ کی تعلیم کو رد کرتے اور خدا کا مجسم ہونا باطل بے معنی بنا دیتے ہیں۔ بلکہ اُسی غلطی میں پھنس جاتے ہیں جس کے سبب سے مسیح نے یہ کہکر شمعون پطرس کو جھڑکا کہ "تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے" (متی ۱۶: ۲۳) کیونکہ اُس نے کہا کہ صلیب مسیح کی شان کے خلاف ہے۔

خدا کی یہ خاص صفات جن کا مسیح نے بار بار ذکر کیا اور جن پر زیادہ زور دیا ایسی ہیں جو انسان میں اور انسانی زندگی میں ظاہر ہو سکتی ہیں۔ مسیح ان صفتوں کو حقیقی انسانیت میں ظاہر کر کے ہمارے کامل انسان کا نمونہ بنا۔

جب کسی فن کا اُستاد اول درجے کے اوزار سے جو طالب علموں کے اوزار سے بہتر ہیں کوئی کام کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے تو اُس کے شاگردوں کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے جب "وہ" شاگرد کے ناقص اوزار سے وہی بات دکھاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر مسیح اصل انسان نہ ہوتا تو ہم اُس کی تقلید کرنے کی ہمت نہ رکھتے اور اُس کے نقش قدم پر چلکر اُس کے پیرو بننے کا ارادہ نہ کر سکتے۔

یسوع مسیح اپنے دکھوں کے وسیلے سے کامل بنا یعنی کامل نجات دہندہ ہُوا۔ اس دنیا میں مصیبت اور درد و غم ہر ایک کو ملتے ہیں۔ کوئی اُن سے پورے طور پر نہیں بچتا۔ اکثر ہم ان دکھوں کا سبب نہیں سمجھ سکتے۔ ہم کو معلوم تو ہے کہ بعض اوقات ہم ان سے روحانی اور اخلاقی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ عبرانیوں کے نام کے خط میں مندرج ہے کہ ہر بیٹے کو اُس کا باپ تنبیہ کرتا ہے۔ اور اگر ہم خدا کی طرف سے تنبیہ یعنی مصیبت نہیں پاتے تو اس کے بیٹے نہیں (عبرانیوں ۱۲: ۲-۸) بہرحال بہت سی تکلیفوں اور دکھوں کا سبب اور فائدہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا اور جب ہم خود بے قصور ہیں پر ناحق دکھ پاتے ہیں تو خدا پر بھروسا رکھنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر ہم اپنے خداوند یسوع کو یاد رکھیں۔ وہ بے گناہ تھا۔ لوگوں نے اُس کے احسانات کو فراموش کیا اور اس کی تعلیم کو رد کیا۔ اس کے شاگردوں نے اُسکی خاص مصیبت کے وقت متروک کیا۔ اس کے ایک دوست نے اس کو اس کے دشمنوں کے حوالہ کیا۔ اُس کی قوم کے مذہبی پیشواؤں کو اُسے قبول کرنا چاہئے تھا مگر اُنہوں نے اُسکو قتل کروا دیا۔ اُسکی الوہیت کے سبب سے اُسکی انسانی تکلیفات کم نہ ہوئیں بلکہ یقیناً اور بھی زیادہ سخت ہو گئیں۔ لیکن اس کا مزاج نہ بگڑا۔ وہ اپنے دشمنوں کے لئے دعا کرتا رہا۔ الغرض اُس نے ہم کو پوری محبت بے گناہی اور بُردباری کا نمونہ دکھایا۔

ہم اس محبت کو دیکھ کر خدا کی محبت کو دیکھتے ہیں اور مسیح کی صلیبی موت کے سبب سنگ دل گنہگار توبہ کرنے لگتے ہیں۔ اکثر ہم دنیا کی تکلیفوں اور برائیوں کی وجہ نہیں پہچان سکتے۔ لیکن یاد رکھیں کہ خدا نے ہم کو یونہی اس دکھ بھری دنیا میں نہ جھونک دیا اور اکیلا پڑے رہنے اور تڑپنے نہ دیا بلکہ خود حقیقی انسان بنا ہماری طرح شیر خوار بچہ ہُوا اور لڑکپن اور جوانی سے ہو کر انسانی زندگی کی راہ کا سفر کیا اور موت کی منزل تک پہنچا۔ ہماری مصیبتوں کا سبب کچھ ہی ہو پیشتر ہم کو یہ معلوم ہے کہ خدا نے بھی اوتار لیکر ایسی ہی مصیبت اور آزمائش کو برداشت کیا۔ اور انسانی حیثیت سے اُن پر غالب آیا۔ ہاں خدا جس نے یہ گوارا کیا کہ آدمی بنکر تکلیف اور دُکھ کے وسیلے سے کامل بنے ہم کو غم و الم کے وقت پورا اطمینان بخشیگا اور ہم کو بھی ان ہی مشکل اور ناپسند تجربوں کے ذریعے سے کامل بنائیگا۔ مسیح کی زندگی اور موت زبور کے لکھنے والے کے اقرار کا ثبوت ہیں کہ وہ کبھی ہم کو نہ چھوڑیگا اور متروک نہ کریگا۔ آمین۔

ڈاکٹر ڈکھیلے نے بعض اکابر قوم کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے۔ جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر خیال و ہر اعتقاد کے مسلمانوں کی ایک کانفرنس بنائی جاوے۔ جس سے مسلمان باہم ملکر کام کر سکیں

(الفقیہ)



یوسف مسیح کا نمونہ تھا

۱۔ فروتنی میں یسوع مسیح کا نمونہ تھا۔ اُس نے بھائیوں کو بہت فروتنی دکھلائی۔ پر اُنہوں نے اس پر رحم نہ کیا۔ اسی طرح مسیح نے بھی فروتنی دکھلائی یسعیاہ ۵۳ باب میں اُس فروتنی کی مثال ملتی ہے۔

۲۔ باپ کا پیارا بیٹا تھا۔ سب بھائیوں سے زیادہ باپ نے اُسے پیار کیا۔ جیسے مسیح خداوند باپ کا پیارا بیٹا تھا۔ لوقا ۳: ۲۲ یوحنا ۳: ۱۶

۳۔ یوسف کو اُس کے بھائیوں نے ٹھٹھے میں اُڑایا۔ مسیح کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر اُنہوں نے بہت ٹھٹھہ کیا اور بے عزتی کی۔

۴۔ یوسف طفل سے اپنی آیندہ بزرگی کی بابت جانتا تھا اور اس کے اظہار کے سبب ایذا اُٹھائی۔ مسیح خداوند نے اپنی آیندہ حالتِ سربلندی کی خبر دے کر صلیبی موت سہی۔

۵۔ یوسف جیل خانہ میں گیا تو بھی نکل کر سرفرازی پائی۔ مسیح موت کے پنجے میں چھپا۔ تو بھی نکلا اور الٰہی تخت پر جا بیٹھا۔

۶۔ یوسف خوبصورتی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ مسیح کا چہرہ جلالی اور بہت ہی خوبصورت تھا گویا کہ نیچرل بیوٹی اُس میں حد سے زیادہ تھی۔

۷۔ یوسف کے عروج میں بھائی سجدہ کرنے کو آئے مسیح کے عروج میں بھی بھائی سجدہ کرنے کو آئے اور جب وہ آویگا سب گھٹنے اس کے سامنے جھکینگے۔

۸۔ جنہوں نے یوسف کو دکھ دیا جب سربلندی میں دیکھا تو سجدہ کیا اور یوسف نے دل سے معاف کر کے مناصب بخشے۔ اسی طرح مسیح کو دکھ دینے والے جب توبہ کرتے ہیں تو اس سے بڑی سرفرازی پاتے ہیں۔

خدا نے مسیح کے واقعات کا ایک نقشہ سا یوسف میں کھینچ کر دکھلا دیا تھا۔ تو بھی یہودی نہ سمجھے۔ آدمی کے دل کا حال بُرا ہے۔ بغیر الٰہی طاقت کے کون اس کے اسرار کو سمجھے۔ ہم اپنی روز کی سرکشی کے سبب نادم ہیں۔

جوزف سیف اللہ خاں فارم سٹوڈنٹ
فیفتھ کلاس یوئنگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

غزل

جناب نثار کے قلم سے

دیدارِ عیسیٰ پر ہے یاں تو انحصارِ زندگی
عیسیٰ کے ہاتھوں بک چکا کل اختیارِ زندگی

ہیں بادۂ اُلفت سے اُسکی مست ہم لیل ونہار
بس عشق میں ابنِ خدا کے ہے بہارِ زندگی

ہمسائے کہتے ہیں مرے تیرا مرض ہے لادوا
کہہ دیتا ہوں میں بھی کہ ہے کیا اعتبارِ زندگی

انسان کی یہ زندگی ور اصل ہے مثلِ حباب
ہو جائیگا پل میں ہوا اس کا بخارِ زندگی

ہیں یارِ دنیا بے وفا دینگے تجھے یہ سب دغا
ہو جائیگا مسمار تیرا جب حصارِ زندگی

عیسیٰ کے چرچے کے سوا کچھ اور من بھاتا نہیں
ہے یاد ہی اس کی ہمارا انحصارِ زندگی

جاں دینا بھی جس نے مری خاطر گوارا کرلیا
سمجھوں نہ کیوں اسکو میں اپنا افتخارِ زندگی

دیگا یقیناً وہ ہمیں تاجِ حیات و زندگی
ہے ہیچ جس کے سامنے عزّ و وقارِ زندگی

دروازہ اُس نے موت کو جب زندگی کا کردیا
پھر ہے کیا یہ زندگی کیوں ہوں نثارِ زندگی

رسالہ ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ

رسالہ ورتمان امرتسر کے مقدمہ کا جو ہائی کورٹ پنجاب میں چل رہا تھا فیصلہ ہو گیا۔ فاضل ججان ہائی کورٹ نے مضمون رسالہ زیر بحث کو دل آزار تسلیم کر کے اُسے زیر دفعہ ۱۵۳ (۱) کے ماتحت قرار دے کر ملزموں کو ایک سال اور چھ ماہ کی قید اور جرمانوں کا بھی سزاوار قرار دیا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی فاضل ججوں نے استغاثہ کے وکیل کے اس دعوےٰ سے اختلاف کیا ہے کہ مذہبی بزرگوں کی ہر ایک نکتہ چینی دفعہ ۱۵۳ اے کے ماتحت آسکتی ہے۔

مسیحیوں کی ترقی

گذشتہ سے پیوستہ

یہ تو روز روشن کی طرح ساری قوم پر واضح ہو گیا ہے کہ آجکل کے تعلیم یافتہ فقط مشن یا سرکاری نوکریوں کی آسامیاں ہی پُر کرتے ہیں۔

لیکن خدانخواستہ اگر مشن کے فنڈ میں یہ باتیں اسی طرح سے واقع ہوتی رہیں تو مشن کے ملازم جو آج تک اپنی اپنی آسامیوں پر کام کر رہے ہیں ایسا ہونے پر علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہونگے۔ پھر بتائیے کہ ان کا کیا حشر ہوگا جن کے پاس فقط ڈگری اور تجربہ ہی ہو مگر کچھ سرمایہ نہیں ہے جس سے کہ دو چار سال بیٹھ کر اپنا گذارہ کریں تا وقتیکہ دوسری آسامی دستیاب ہو۔ یا مانند انگریزوں کے جن کے پاس ایسی ڈگریاں اور تجربہ ہو۔ اتفاق رائے سے کوئی اپنا پبلک سکول جاری کر سکیں اور اپنی روزی بآرام کما سکیں۔ بس سرکاری آسامیاں تو ہماری قوم کے لئے مانند ہما کے نابود ہوتی ہی نظر آتی ہیں۔ بموجب ایسی بلا تنخواہ آسامیوں پر تو ہمارے دیسی معزز عیسائی ممبران کی توجہ قدرے ہوئی تو آپ ہی ذرا اندازہ لگائیں۔ سو ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ ہم غریب عیسائیوں کی نہ کوئی قدر و منزلت کسی جگہ پر ہے اور نہ ہی ہوگی جب تک کہ ہماری قوم اپنے پاؤں پر مستحکم طور پر کھڑی نہ ہو جائے۔ اور اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا اب تمام صاحب تمیز اور کانفرنس کے اعلیٰ ممبران کا اعلیٰ مقصد ہونا چاہئے۔ ہماری موجودہ کانفرنس اس بات کی کوشش کرے کہ ہمارے کم تعلیم یافتہ لڑکے کوئی دستکاری

حاصل کریں۔ مثلاً کسی کو ٹیلر ماسٹر بنایا جائے کسی کو کارپینٹر ماسٹر۔ کوئی شومیکر بنایا جائے۔ کوئی لانڈری کا کام سیکھے اور کوئی باربری کرے۔ کوئی موٹر ڈرائیوری سیکھے۔ اور ان دستکاریوں کو سکھانے کے لئے کانفرنس ایسے لڑکوں کو مناسب رقم وظائف عطا کرے۔ جس کے لئے اُن سے پکا بونڈ لیا جائے کہ بعد تحصیل ہنر وہ اس رقم کو ماہوار جس طرح سے کہ وظائف لیتے رہے ہے ادا کریں تاکہ ہر کام جبکہ ایک دفعہ جاری ہو تو ہمیشہ تک رواں رہے۔ اس کے علاوہ ایک اور مناسب تجویز پیش کی جاوے کہ مسیحی قوم پرست لوگ لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ اور دیگر بڑے شہروں میں کوشش کر کے ایک ایک عیسائی کواپریٹو دکان برائے اشیاء خوردنی کھلا دیں۔ جس میں ہر لوکل عیسائی خاندان کم از کم دس روپے کا ایک حصہ لے اور تمام اشیائے خوردنی اپنی ہی کواپریٹو دکان سے شہری نرخ کے مطابق نقد قیمت پر خرید کریں۔ کیونکہ جب تک اُن کی کوئی ایسی دکان نہ کھلی تھی تو بھی وہ غیر مسیحی دکانداروں سے سودا نقدی ہی لیتے تھے۔ اس لئے اُدھار بالکل بند ہو۔ کیونکہ یہی ایک سبب ہے جس سے بہت سے دیسی عیسائیوں جنہوں نے ایک اپنی دکانوں کو کھولا اور آخر کار ناکامیاب ہوئے۔ کیونکہ سرمایہ جب تھوڑا ہو تو اُدھار کاروبار میں ہمیشہ خسارہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ سو اُدھار سے معاف رکھا جاوے اس دکان کے کم از کم چھ معزز لوکل ممبران بورڈ آف ڈائرکٹرز مقرر کئے جائیں اور اُن کی ضمانت وسفارش پر دو مستحق و ایماندار آدمی مقرر کئے جائیں ایک تو تولا کا کام کرے اور دوسرا اس کا اسسٹنٹ جو کہ تنخواہ ۲۵ و ۲۰ پر لگائے جائیں اور قریباً ۲۵ ماہوار کرایہ دکان دیا جاوے۔

یہ ہر دو ملازمان زیر نگرانی ممبران بورڈ آف لوکل کواپریٹو کے زیر ہدایت کام کریں اور ترغیب تجارت فروخت پر بیوپار کیا جاوے۔ فی روپیہ کی قیمت خرید پر صرف ۲ / اضافہ کر کے نرخ مقرر کیا جائے اور اس اضافہ میں سے ارملازمان دکان وکرایہ کی طرف خرچ کیا جاوے اور منافع دکان کے حصہ داروں کا ہوگا۔ سو اس طرح سے اگر اس دکان سے پچاس خاندان فی ماہ ۳۰ کا سودا لیا کریں تو ۵۰ × ۱۵ = ۷۵۰ روپیہ ماہوار کی بکری ہوگی اور فی روپیہ کے حساب سے جو کہ ۹۳ روپیہ ۱۲ آنے ہوتے ہیں دکان کے نوکروں اور کرایہ کی طرف خرچ کیا جاوے تو دوسرا فی ارکے حساب سے جو ۴۶ روپیہ ۱۴ آنے ہوتے ہیں دکان کا منافع ہوگا جو کہ سال کے ۵۶۳ روپیہ ۸ آنے کی رقم ہوگی وہ دکان اگر جو کم از کم ایک ہزار سرمایہ سے جاری کی جاوے تو سال کے بعد اس حساب بالا کے مطابق فی حصہ ممبران کی قیمت ۱۵ ہو جانی چاہئے یا یوں کہئے کہ اگر سال کے بعد دکان کی آمدنی کا نفع بانٹ دیا جائے۔ تو تقریباً ۲۵ فیصدی ہوگا اور ۲۵ فیصدی دکان کے ریزرو فنڈ میں داخل کیا جائے۔ اس طرح سے اگر ایسی دکان ایک سو حصہ داروں سے ۵ سال تک متواتر چلتی رہے تو ہر ایک حصہ دار کو ۲۸ روپیہ ۲ آنہ منافع وصول ہوگا اور فی حصہ کے پیچھے ۲۸ روپیہ ۲ آنے دکان کے ریزرو فنڈ میں بڑھ جائیگا سو پانچ سال کے بعد ہر ایک حصہ دار کو علاوہ ازیں ۲۸ روپیہ ۲ آنے نقد منافع حاصل کرنے کے ہر ایک خریدار کے حصہ کی قیمت ۲۸ روپیہ ۲ آنے ہو جائیگی اور وہ دو ملازم دکان بھی دس سال تک اپنی روزی اس دکان سے اچھی طرح سے کما سکینگے۔ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آپ اپنے بھائیوں کی اس طرح امداد کر کے ان کو روزگار پر قائم رکھیں۔ جس طرح سے کہ آپ آج تک غیر مسیحی دکانداروں کو پالتے رہے ہیں اور جس طرح سے آپ ہی کی جانفشانی کی

دلچسپی نے مسٹر لپٹن کو لارڈ لپٹن بنا دیا ہے اور آپ ہی کے دم سے ہزاروں غیر قوم تاجر مالدار بن گئے ہیں اور روز بروز بن بھی رہے ہیں ویسے ہی آپ اپنے مسیحی بھائیوں کو بھی بنائیں۔ کیونکہ کو آپ نے اپنی اپنی کوشش و محنت سے کچھ بنا دیا ہے؟ تجارت ایک ترقی کا ذریعہ ہے سو کتنے عیسائی تاجروں کو آپ نے کچھ بنایا یا بنانے کی کوشش بھی کی ہے؟ ملازم بیچارے مانند نگے کے ہیں وہ کیا بنائینگے اور کیا نچوڑینگے۔ جن کا کہ سامان رسد مہینہ کے آخر ہونے سے پہلے ہی خیرباد کہہ بیٹھتا ہے اور جنکی آمدنیاں قلیل ہوتی ہیں مگر بر سبیل خرچ قبری وہ کسی کی کیا مدد کر سکتے ہیں وہ تو فقط تنبیہی بوٹی اور پتنے شوربے کا حساب کتاب کرنے والے ہیں۔ اگر کبھی کسی فرد و قوم کو دینے کی ترغیب کی جاتی ہے تو اس کا جواب فوراً ہی ان الفاظ میں ملتا ہے کہ جب ہمارے پاس اپنے لئے ہی نہیں تو دوسروں کو کہاں سے لائیں! سچ پوچھو ہم خدا کا حق خدا کو نہیں دیتے تو اسی وجہ سے برکت بھی ہم کو ہماری نیت کے موافق ہی ملتی ہے۔ سو اب خواب غفلت سے جاگنے کا وقت آگیا ہے۔ ہر ایک قوم اپنی اپنی ہستی بنانے و قائم رکھنے میں روز بروز قربانی وکوشش میں ہمہ تن مصروف ہے مگر ہم سب جو ابھی تک دیسی ہی ہیں اور رہنا چاہتے ہیں اُن کی سمجھ میں تو اب یہ کرسچن کانفرنس کو حقوق حاصل کرنے اور کرانے چاہتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں جب تک دیگر اقوام کی طرح ہماری قوم میں قربانی اور ہمت یک دل وہم آواز ہو کر نہ کی جائیگی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ معمولی ہمت سے کچھ نہیں بن سکتا ہے اور یہ تمام خوبیاں ہماری قوم میں تب ہی آسکتی ہیں جبکہ ہم خدا باپ اور اُس کے بیٹے سے جو محبت کے سمندر ہیں ملکر محبت آمیز بن جائیں

ٹی۔ ڈبلیو۔ بھجن

داستانِ غم

یعنی

مرثیہ بر وفات جناب پروفیسر بزرگ پادری بی بی رای صاحب

(از قلم نسیم الکلام منشی و کٹر نیوٹن صاحب ثمر دہلوی مقیم انبالہ)

بتاؤ تو کوئی یہ منظرِ دلگیر کیسا ہے زمیں سے آسماں تک نوحۂ تقدیر کیسا ہے
دو غم سے وارفتہ جوان و پیر کیسا ہے جگر تیرِ الم سے صورتِ نخچیر کیسا ہے

کھنچا ہے سامنے آنکھوں کے نقشہ آج عبرت کا
جسے دیکھو مرقع ہو رہا ہے یاس و حسرت کا

ہوا لاہور کی یہ تعزیت انگیز کیسی ہے سہارنپور کی بستی قیامت خیز کیسی ہے
ہر اک منظر کی صورت آج حسرت ریز کیسی ہے زمانہ کی طبیعت آج غم انگیز کیسی ہے

شبستانِ تمنا میں یہ ظلمت گستری کیوں ہے
الٰہی آج ہر اک آنکھ آنسو سے بھری کیوں ہے

الٰہی پڑ گئی ہے اوس کیوں صحنِ گلستاں پر یہ چہرے کے نشترِ غم دے رہا ہے کیوں رگِ جاں پر
حوادث کی شکن کیوں پڑ گئی اوراقِ گیہاں پر الٰہی داغ کیوں ہے سینۂ ماہِ درخشاں پر

سنا ہے پادری صاحب کو پیغامِ اجل آیا
الٰہی جھوٹ ہو منہ سے یہ کیا جملہ نکل آیا

قیامت ہے جو بی۔ بی رای صاحب کا یہ ماتم ہے ہر اک سینہ دو فورِ رنج سے اک تختۂ غم ہے
جگر صد چاک ہے قطرِ الم سے آنکھ پُرنم ہے غبارِ رنج و حسرت سے جہاں کا ناک میں دم ہے

بتائیں کیا کہ کیا ذوقِ نظر کو کرب ہوتا ہے
یہ کیا اندھیر ہے خورشید رخشاں غرب ہوتا ہے

خبر تھی مرگ کی یا برقِ عالم سوز تھی کیا تھی کہ تاثیرِ صدائے الاماں جس سے ہویدا تھی
خبر گو خنجر تھی وہ ایک سوج ہر سو ترسا تھی جدھر دیکھو قیامت پر قیامت آشکارا تھی

زمیں سے آسماں تک کس قدر کہرام برپا تھا
وفاتِ رای صاحب کا فرشتوں میں بھی چرچا تھا

جنازے کو اٹھا کر لے چلے جب جانبِ مدفن بھڑک اٹھا کلیجہ سوزِ غم سے صورتِ گلخن
جو دل سے آہ نکلی تو لبوں پہ نالۂ شیون کئی ہمراہیوں نے چاک کر ڈالے تھے پیراہن

جنازہ تھا الٰہی یا کوئی سیلابِ حسرت تھا
کہ ہر لختِ جگر طوفانِ دریائے جراحت تھا

تبسم خُلق ہے اس کی معطر باغِ عالم تھا نسیم لطف سے اسکی نفس بشاش و خرم تھا
وہ اہلِ سمیزی کے زخمِ دل کا طرفہ مرہم تھا ہر اک شاگرد حکمت میں تو افلاطون سے کم تھا

قیامت ہے لحد میں وہ رفیقِ قوم جا سویا
رہے ہم خفتہ قسمت وہ شفیقِ قوم جا سویا

جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہم کسے جا کر دکھائینگے ہمارے چشمِ دل ذوق دلسکوں اب کسے پائینگے
اگر زندہ رہے تو دوستو تم کو بتائینگے زمانہ کی ہزاروں ٹھوکریں فرقت سے کھائینگے

وہ اک ذاتِ گرامی ہی ہمیں محفوظ رکھتی تھی
تلطف ریزیوں سے کئے دن محظوظ رکھتی تھی

نظر غائر فراست تیز باتیں ہوشمندانہ دلائل میں عجب جدت طریقِ بحث فرزانہ
وقارِ تمکنت موزوں تدابیر اسکی شاہانہ سیاست تھی پسندیدہ طبیعت تھی شریفانہ

غضب ہے ایسی ہستی آج ہم سے جائے جدا ہم سے
یہ اپنی بدنصیبی ہے جو روٹھی ہے قضا ہم سے

چمن میں آج قمری کے بڑے پر درد نالے ہیں کہیں خاموش سوسن ہے کہیں پُر داغ لالے ہیں
گلوں نے کثرتِ غم سے گریباں پھاڑ ڈالے ہیں ہوا پر جتنے بادل ہیں وہ مارے غم کے کالے ہیں

چمن میں ڈالی ڈالی جھک گئی ہے نوحہ خوانی کو
الٰہی کاش موت آ جائے مرگِ ناگہانی کو

ثمر یہ عالمِ امکاں بنایا ہے حوادث سے مگر کب تک کوئی صدمہ سہے رنج و الم جھیلے
یہ بہتر ہو کہ بحرِ غم میں کشتی عمر کی ڈوبے کشاکش ہائے گوناگوں سے قلبِ ناتواں چھوٹے

یہ ایسا غم ہے یا رب ضبط اصلا ہو نہیں سکتا
قیامت تک دل صدریش اچھا ہو نہیں سکتا

اور مسٹر ایم۔ سی۔ نیوٹن گل صاحب تحریر فرماتے ہیں

کہ بزرگ مرحوم بنگالہ کے شہر بینا کے قریب ایک گاؤں عدل پور میں ۱۸۶۳ء ۲۲ نومبر بروز منگل پہر دن چڑھے پیدا ہوئے۔ ذات کے کایستھ فرقہ کُلین سے تھے انٹرنس تک تعلیم پا کر خاندانی انقلاب اور زمانہ کی گردش سے آپ کچھ عرصہ تک ادھر ادھر چکر لگاتے رہے۔ آخر کار آپ سنیاسی بن گئے اور بہت سی متبرک جگہوں میں گھومتے پھرے۔ گھومتے گھومتے آپ منصوری پہاڑ پر وارد ہوئے وہاں ایم ای مشن کے ایک نامور بزرگ جناب پادری آسبرن صاحب کے دستِ مبارک سے ۱۸۹۲ء ۴ ستمبر بروز اتوار مشرف بہ مسیحیت ہوئے۔

چند دنوں کے بعد آپ منصوری سے سہارنپور آئے۔ خدا کی شان سہارنپور کے ریلوے سٹیشن پر جناب بزرگ پادری کے۔ بی سرکار صاحب پروفیسر مدرسہ علم الٰہی سے ملاقات ہوئی۔ پادری سرکار صاحب آپ کو مشن کمپونڈ میں لے آئے۔ چند دنوں کی نگرانی اور جانچ کے بعد آپ مدرسہ علم الٰہی میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے واسطے داخل ہو گئے۔ علم الٰہی کی خواندگی ختم کرنے کے بعد آپ اسی مدرسہ میں مدرس و استاد مقرر ہو گئے اور چند سال تک آپ نے سہارنپور کلیسیا کی پاسبانی بھی کی۔ اب آپ دیر سے مدرسہ علم الٰہی میں پروفیسر تھے اور قریباً تیس سال تک۔ آپ کی خدمت کا دور سہارنپور میں رہا۔

آپ نے بہت سی مفید اور مستند کتابیں ہندو مذہب پر تصنیف کی ہیں اور مسیحی اخباروں میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ راقم کا ذیل کا شعر آپ کی شان کے شایاں ہے

شہرہ تھا ان کے نام کا واعظ تھے بے نظیر
اُن کے مقابلہ میں کہاں میر اور کبیر

کچھ عرصہ تک آپ مخزن مسیحی کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ سہارنپور کنونشن کے روح رواں تھے اور بڑے لائق متنظم تھے۔ آپ ... اپنے پیچھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بزرگ اہلیہ کو چھوڑ گئے ہیں۔ خدا کے فضل سے بیٹا اور بیٹی صاحب اولاد ہیں۔

آپ چند یوم بیمار رہے اور علاج معالجہ کی غرض سے آپ لاہور تشریف لے گئے۔ پر بقول شخصے کہ

عقل و تدبیر کچھ نہیں چلتی
موت آئی ہوئی نہیں ٹلتی

۵ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء کو لاہور میو ہسپتال میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اپنی دوڑ کو ختم کیا۔ دلی دعا ہے کہ خدا آپ کے عزیزوں اور تمام غمزدہ دوستوں کو تسلی اور صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

مسٹر ولیس اور بندر کا گوشت

ڈارون صاحب کے ایک قابل حریف ولیس صاحب جب مسئلہ ارتقار کی تحقیق میں معروف تھے تو آپ نے ایک دفعہ بندر کا گوشت بھی تناول فرمایا جس کے متعلق آپ کی یہ رای ہے کہ مغربی سیاحوں سے بندر کے گوشت کے ذائقے کی تعریف سنکر میرے منہ میں پانی بھر آیا اور میں نے اس حیوان کے کچھ قتلے بطور کباب تیار کرا کر اپنی بریکفاسٹ (چاشت) کا سامان کیا۔ جب میں نے اس کو چکھا تو خاصہ خوش مزہ پایا۔ تاہم اس کا ذائقہ خرگوش کے گوشت سے ملتا جلتا ہے۔ (ریڈر ارشد ایڈیشن)

قصبہ ... ضلع جہلم میں ۲ اگست کو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک خوفناک فساد ہو گیا۔ (ر۔ر)

سیرِ دوزخ کا انجام

ایڈیٹر اور مضمون نگار پر عدالتِ عالیہ پنجاب سے سزا کا فتوےٰ

کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ امرتسر میں رسالہ ورتمان کے اوراق میں زیر عنوان **سیرِ دوزخ** ایک اُوکھا مضمون شائع ہوا۔ اُوکھا اس لئے کہ مضمون نگار صاحب نے "دروغ برگردنِ راوی" عالم ارواح میں داخل اور دوزخ میں وارد ہو کر جو کچھ دیکھا سپرد قلم کیا اور چونکہ اس رویا کے بیان میں حضرت محمد رسول عربی کی ذات پر خاص حملہ تھا۔ اس لئے مسلمانان امرتسر میں جوش پیدا ہوا اور نفرت پھیل گئی۔

پھر عہدہ داران پولیس کی معرفت اس حالت کی اطلاع ڈپٹی کمشنر صاحب امرتسر کو ملی اور انہوں نے گورنمنٹ سے مشورہ کر کے ورتمان کے ایڈیٹر **مسٹر گیان چند** اور مضمون نگار **مسٹر دیوی شرن شرما** پر زیر دفعہ ۱۵۳ (الف) مقدمہ چلایا۔ آخرش مقدمہ امرتسر سے منتقل ہو کر عدالتِ عالیہ لاہور میں آیا اور جسٹس مسٹر براڈوے قائم مقام چیف جسٹس اور جسٹس مسٹر کیمپ کے اجلاس میں پیش ہوا

از روی شہادتِ استغاثہ و عبارتِ سیرِ دوزخ و موجودہ حالاتِ عدالت نے تسلیم کیا کہ فی الحقیقت ہر دو ملزمان یعنی مسٹر گیان چند ایڈیٹر و پرنٹر اور مسٹر دیوی چرن شرما مضمون نگار نے قصداً متفق ہو کر سیرِ دوزخ جیسا فحش مضمون شائع کیا جس کا نتیجہ ہندو مسلم نفاق اور بدامنی کے سوا کچھ اور متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہر دو ملزمان مستوجب سزا ٹھہرے۔

چنانچہ ۶ اگست کو بوقت دس بجے قبل از دوپہر ہائیکورٹ میں فیصلہ سنایا گیا کہ مسٹر دیوی شرن شرما ایک سال قید بامشقت کے علاوہ ... روپیہ جرمانہ ادا کرے اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ مہینے تک اور قید رہے۔ مسٹر گیان چند کو چھ مہینے قید بامشقت اور ۵۰۰ روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ قید میں تین مہینے کا اضافہ کیا جائے۔

اب ممکن ہے کہ عدالتِ عالیہ پنجاب کا یہ فیصلہ ہندو مسلم منچلے اصحاب کی زبان کو روکے اور وہ آئندہ بیباکانہ و غیر مہذب طور سے بزرگانِ دین کے خلاف زبان درازی اور خامہ فرسائی نہ کریں اور اپنے عزیز اہلِ وطن کے درمیان فتنہ و فساد اور کشت و خون کا باعث نہ ٹھہریں۔ خود ضبط و وقار کو کام میں لائیں۔ کیونکہ بقول شاعر "بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا"۔

ہندو و مسلم اصحاب اپنے دین و مذہب کی حمایت و اشاعت میں اگر جائز وسائل سے کام لینا کافی سمجھیں اور ایک دوسرے کے خلاف سخت کلامی و بدزبانی سے پرہیز کریں تو اس مقدمہ بازی اور بہت سی زحمت و ذلت سے محفوظ رہینگے۔

اس میں شک نہیں کہ اشاعت و تبلیغ دین میں مبلغ کو اپنے دین کی خوبی و برتری کا اظہار کرنا اکثر فرض ہی ہوتا ہے اور ساتھ ہی دیگر ادیان کی خامی یا پستی مقابلتہ کبھی دکھانی پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص اس مبارک کام میں بدزبانی و بے ادبی سے اوروں کی دل آزاری کرتا ہے اُس کی ناپاک زبان اور اس کا دشنام آمیز کلام اشاعتِ دین کی شان کے شایاں نہیں۔

ہم دیگر ادیان کے عقائد و مسائل اور بانیان مذاہب کے اخلاق و اعمال کی تنقید کر سکتے ہیں اور بیشک کریں لیکن عالمانہ پیرایہ میں۔ محققانہ طور سے اور نہایت شائستہ الفاظ میں ورنہ

"ہر کہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل است"

ایڈیٹر



نیکوں کی نیک نامی

مسز اے۔ بی۔ گولڈ صاحبہ کی وفات پر امریکن پریسبٹیرین مشن بورڈ نے ایک ریزولیوشن میں بیان کیا ہے کہ آپ کی وفات سے ہندوستان میں مسیحی خدمت کو بڑا صدمہ پہنچا۔ آپ کچھ عرصہ تک بستر بیماری پر پڑی رہیں اور اِن ایام میں آپ نے دُکھ درد کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ آپ ڈاکٹر اور مسز ونیس نیوٹن صاحب کی سب سے بڑی بیٹی اور ڈاکٹر جان نیوٹن صاحب کی پوتی تھیں۔ آپ کے دادا بہت پہلے بیشرو مشنریوں میں سے تھے اور آپ کے والد صاحب نہایت مشہور و معروف ہر دلعزیز مشنری تھے پنجاب میں اُن کے نام و کام سے مسیحی و غیر مسیحی بخوبی واقف ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۸۶۷ء میں ۲۳ ستمبر کو لاہور میں ہوئی پہلے آپ نے ہندوستان ہی میں ووڈسٹاک میں تعلیم پائی۔ پھر امریکہ جا کر فیلاڈلفیہ کے زنانہ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء میں مشنری ہو کر ہندوستان میں تشریف لائیں۔ پھر ۱۹۰۱ء میں پادری گولڈ صاحب سے جو ۱۹۰۱ء میں مشنری ہو کر آئے تھے شادی کی اور اپنے شوہر کے ساتھ مختلف مقامات میں خداوند کی خدمت کرتی رہیں۔ آخر زندگی میں آپ انبالہ میں تھیں اسی سال ۱۹ مئی کو آپ ابدی آرام میں داخل ہوئیں آپ نہایت نیک اور خداوند کی سچی اور سرگرم خادمہ تھیں۔ اہلِ ہند کو آپ ہمیشہ اپنے ہی لوگ خیال کرتی تھیں جو آپ کی شفقت و محبت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ آپ کے تین بچے اور ایک بیٹی امریکہ میں ہیں اور آپ کے عزیز شوہر پادری گولڈ صاحب ہندوستان میں خداوند کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ہم آپ کی اولاد اور آپ کے شوہر سے دلی محبت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کی نیک و پاک زندگی کے لئے خدا کا شکر بجا لاتے ہیں۔

"نام نیکو گر بماند ز آدمی
بہ کزو ماند سرای زرنگار"

اہلِ چین اور اُن کی غذا

چینیوں کی خوراک کے متعلق طویل طویل مضامین لکھے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ آبادی کی کثرت نے ان لوگوں کو ہمہ خوری پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہندوستان میں بھی جو اشیاء خوردنی کی ہر روز گرانی ہو رہی ہے اور آبادی لگاتار بڑھ رہی ہے یہ ایک دن ہمیں ہمہ خور بنا کے رہیگی۔ اسی ہمہ خوری کی بدولت چینی لوگ کُتے۔ چوہے۔ مینڈک۔ جھینگر۔ کیکڑے۔ کچھوے اور چھپکلیاں وغیرہ سب کو چٹ کر جاتے ہیں۔ بلکہ ایک جانور کے گندے گھونسلے تک کو بھی پانی میں جوش دیکر اُس کا شوربہ نہایت شوق سے ہضم کر لیتے ہیں۔

چنانچہ ایک انگریز کا بیان ہے کہ وہ کسی چینی کا مہمان ہُوا۔ جب کھانے کی رکابیاں میز پر چنی گئیں تو اُن میں سے ایک کا سرپوش صاحب موصوف نے اُٹھا کر دیکھا تو اُس میں ایک آدھا کچا اور آدھا پکا چوہا اور ایک زندہ کیکڑا چٹنی سمیت رکھا ہُوا تھا یہ دیکھتے ہی صاحب موصوف کو متلی شروع ہو گئی اُدھر وہ چوہا اور وہ کیکڑا دونوں کھانے کی میز پر اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور چلتے پھرتے نظر آئے۔

اب اِس مضمون کو ہم یہاں تک طول دیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان فطرتاً بلانوش واقع ہوا ہے اور مذہب و رواج و رسم کی قیدیں اُسی حد تک محفوظ رکھی جا سکتی ہیں کہ بعض حیوانات کا گوشت نہ کھانے سے ہمارا گذارہ خاطر چل سکے ورنہ پیٹ بڑا ظالم ہے اسی کے تقاضا سے بعض وحشی لوگ اپنے بیٹوں بیٹیوں تک کو بھی بھون کر کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ افریقہ کے ایک حصہ ملک میں جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُس کو نکما سمجھ کر اُس کے پیچھے اُڑائے جاتے اور اُس کے ٹکڑے بھون بھون کر آپس میں کھانے کی غرض سے تقسیم کرلئے جاتے ہیں۔ یعنی انسان کو مردم خوری تک سے پرہیز نہیں ہے۔

(زمیندار سنڈے ایڈیشن)

گورنمنٹ گزٹ پنجاب میں گزٹ آف انڈیا سے ایک اعلان نقل کیا گیا ہے جس میں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے پنجاب کے اضلاع (باستثنائی اضلاع میانوالی۔ مظفر گڈھ۔ جھنگ۔ گوڑگاوں جہنا شملہ۔ انبالہ۔ کانگڑہ) کے لئے قواعد قانون اسلحہ میں ترمیم کر دی گئی ہے۔ اور حسب ذیل طبقات کے افراد کو تلوار رکھنے کی اجازت دے دی ہے۔

(۱) وہ جاگیردار جنکی جاگیروں کی آمدنی پچاس روپے یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) وہ اشخاص جو پچاس روپے یا اس سے زیادہ مالیہ ادا کرتے ہوں

(۳) انکم ٹیکس ادا کرنے والے۔

(۴) خطاب یافتہ افراد

(۵) ملازمت سے سبکدوش شدہ فوجی افسر جو جمعدار ہوں یا اس سے اعلےٰ عہدہ دار ہوں۔

(پیغام صلح)

بھڑوچ۔ ۳ اگست۔ مسٹر چندو لال دیسائی جو سیلاب زدہ علاقہ سے واپس آئے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جھوسر اور امود کے تعلقوں میں دیہاتی لوگ سات روز کے فاقوں سے تھے۔ جب والنٹیر وہاں پہنچے تو دیہاتیوں کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگے۔ ۴ ہزار سے زیادہ خاندان بے خانمان ہو گئے۔ ان کے تمام آلات زراعت اور غلہ اور بیج بہ گئے۔ ۱۸ گاؤں تو بالکل ہی دریا برد ہو گئے۔

(بندے ماترم)

حکومت برطانیہ کا وزیر جنگ اکتوبر میں سرکاری طور پر ہندوستان میں دورہ کریگا اور سرحد شمال مغربی کا اور وہاں کی فوجوں کا خاص طور پر معائنہ کریگا۔

(پیغام صلح)

مہاراجہ صاحب الور نے ملازمین ریاست کو حکم دیا ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر ہندی سیکھ سکیں ورنہ انہیں موقوف کر دیا جائیگا۔

(ملا)

حاجیوں کے دردناک بیانات

حاجیوں کے دردناک بیانات سے حجاز مقدس کے جو دردناک حالات معلوم ہوئے ہیں وہ مسلمانان ہند کے لئے باعث عبرت ہیں۔ حجاز میں اشیاء کی سخت گرانی ہے اور لوگ اس پاک سرزمین کو چھوڑ تے جاتے ہیں۔ چونکہ حجازی باشندے ابن سعود کے مظالم سے تنگ آکر دیگر ممالک کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ اس لئے وہاں کی آبادی غیر معمولی طور پر کم ہوگئی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سینکڑوں خاندان برباد ہوگئے ہیں اور آج ان لوگوں کا کوئی تہ نشان نہیں چلتا۔ حجازیوں کی اس ہجرت کا سبب حاجی لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ نجدی لوگ اہل حجاز کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر بڑے سے بڑے شریف حجازی کو ایک نجدی لاتوں اور جوتوں سے مارنے لگتا ہے۔ نجدی لوگ عام طور پر حجازیوں اور مشرک وکافر خیال کرتے ہیں اور اُن کو "یا چافر" و "یا مشرک" کہہ کر پکارتے ہیں۔

سات ہزار حاجی پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرگئے

حاجی لوگ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ یوں تو ابن سعود کے دور میں عام طور پر سب ہی چیزیں گراں ہیں لیکن پانی کی گرانی اور قلت سخت تکلیف دہ ہے۔ پانی کی قلت کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں بارہ آنہ سے لیکر ایک روپیہ تک پانی کا ٹین دستیاب ہوتا تھا۔ جس وقت حاجی عرفات کے میدان میں پہنچے تو نجدیوں نے نہر زبیدہ کو گھیر لیا اور پانی کے رستے پر قابض ہوگئے۔ اُس وقت پانی کی کمیابی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ٹین پندرہ سے بیس روپیہ تک فروخت ہوُا۔ اس پانی کی قیمت سب یا ابن سعود کی جیب میں جاتی تھی یا نجدیوں کے ہاتھ لگتی تھی۔ گرمی کی شدت اور پانی کی قلت سے محشر کا سماں تھا۔ لوگوں کی زبانیں پیاس سے باہر نکل رہی تھیں اور ہر طرف "العطش العطش" کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس کربلا نما میدان عرفات میں یزیدیوں کے جور وستم سے سات ہزار حاجی پیاسے

سے تڑپ تڑپ کر فوت ہوگئے۔ حاجی محمد صدیق صاحب بٹالوی برادر عبداللطیف صاحب بیان کرتے ہیں ہم لوگ حاجیوں کو دم توڑتا ہُوا دیکھتے تھے۔ لیکن ان کے حلق میں ایک قطرہ پانی نہ چوا سکتے تھے اس لئے اگر کوئی شخص ان مظلوموں کی حالت پر ترس کھا کر ایک قطرہ آب کسی پیاسے کے حلق میں ڈال دیتا تھا تو اس کو نجدی شیطان خوب زدو کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اس پیاسے کے عزیز ہو تو اپنے ساتھ اُٹھا کر کیوں نہیں لے جاتے۔ گویا ان بدبختوں کے خیال میں ایسے شخص پر رحم کیا جاسکتا تھا جو عزیز ہو۔ (الفقیہ)

لگڑ بگڑ

اہل عرب کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ اونٹ کا گوشت عموماً کھاتے ہیں اور کبھی کبھی ٹڈیوں کو بھی جب کبھی وہ اُن کے ملک میں بکثرت نمودار ہوتی ہیں۔ پکڑ کر کھا جاتے ہیں اور وہ اس کا ثواب خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات شائد بہت کم مسلمانوں کو معلوم ہوگی کہ ریگستان عرب کے بعض قبائل جہاں کہیں چرخ یا لگڑ بگڑ اُن کے ہاتھ آئے وہ اس کو بھی بھون کر کھا لیتے ہیں اور اس کو حرام خیال نہیں کرتے (زمیندار سنڈے ایڈیشن)

پونا ۵۔ اگست۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ٹاٹا پاور ورکس ڈونگرا وادی میں کچھ پٹھانوں نے لاٹھیوں اور چھروں کے ساتھ لوگوں پر حملہ کیا۔ ایک سکھ اور اس کی استری کو بُری طرح پیٹا گیا۔ اُن کی حالت نازک ہے۔ ایک مسلمان کو بھی پیٹا اور اس کپڑے اور کچھ نقدی چھین لی گئی۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس پونا تحقیقات کر رہے ہیں۔ (بندے ماترم)

مدراس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ موپلاؤں کا ایک دستہ ۱۸۔ اگست کو بذریعہ سپیشل ٹرین مدراس پہنچیگا اور مہاراجہ نامی جہاز پر سوار ہوکر انڈیمان کو روانہ ہو جائیگا۔ (زمیندار سنڈے ایڈیشن)

نئی اور پُرانی

ملکہ الیگزینڈرا۔ از مس سی۔ ٹیونگ صاحبہ ہمارے بادشاہ کی والدہ مکرمہ جو ۲ سال ہوئے انتقال فرماگئیں تمام حال جو سکولوں کے بچوں کے لئے بہت ہی دلکش ہے۔ باتصویر صفحہ ۔ ۲ر

ضمیمہ تصحیف التحریف۔ بھائیوں اور احمدیوں کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کے بیان کے مطابق موجودہ بائبل بالکل اصلی اور کلام الٰہی ہے۔ یہ رسالہ کثرت سے مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لائق ہے۔ صفحہ ۱۶ ۔ ۶ پائی۔

سرحد کا خادم۔ جو ڈاکٹر صاحب کے حالات زندگی جو پشاور میں قتل کر دیئے گئے تھے صفحہ ۲۴ ۔ ۱ر

رسالہ اظہار الحق۔ ایک مسلمان ایم۔ سی۔ اے نے اس رسالہ میں ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کو مسیحیوں سے خورد ونوش کرنا جائز ہے۔ بہت سے مولویوں کے فتوے مع بحث درج ہیں صفحہ ۳۶ ۔ ۱ر

مسیح مصلوب۔ مسیح کے صلیب پر جان دینے کے متعلق قرآن اور اسلام کا بیان اور جعلی انجیل برنباس کے ڈھول کا پول صفحہ ۴۸ ۔ ۲ر

اثبات ناطق۔ بائبل اور مسیح کی نسبت وہ دلیلیں جو قطعی اور ناقابلِ تردید ہیں۔ صرف ۸ جلدیں باقی ہیں صفحہ ۴۲ ۔ ۱ر

نصیحت الطفلان۔ بچوں کے لئے سوال وجواب کی کتاب۔ جس میں ۲۶ باب ہیں صفحہ ۱۷۲ ۔ ۶ پائی ...

روحوں کا جیتنے والا۔ ان طریقوں اور سلوکوں کی تفصیل وکیفیت جو روحوں کو خدا کے پاس لانے کے لئے خداوند یسوع مسیح نے استعمال کئے صـ ... ۲ر

تسخیر پنجاب۔ انگریزوں اور سکھوں کی لڑائیوں اور پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آجانے کا بیان ناول کے طرز پر صـ ۲۱۲ ۔ ۸ر

قدیم مسیحی تصانیف کے چند منتخب ابواب صـ ۱۳۲ ۔ ۱ر

سکرٹری پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی انارکلی لاہور



پڑھنیوالے۔ دیکھئے۔

شہیدوں نے مقدس خون سے یہ مہر کردی ہے
کبھی گرانہ ایش ہو تو سر بھی بے خطر دیدو (شائق)

مسیحی دین کے خلاف قیصر جولین کی آخری کوشش شہر انطاکیہ میں ہوئی۔ جسکی کیفیت مورخ یوں بیان کرتے ہیں کہ جن ایام میں وہ اس شہر میں تھا اُس نے حکم جاری کیا کہ بابلس شہید کی ہڈیاں جو ڈفنی دیوی کے باغ میں مدفون ہیں وہاں سے نکال جائیں۔ اس حکم کی تعمیل مسیحیوں سے زبردستی کرائی گئی۔ لیکن جس وقت اس جان نثار شہید کی ہڈیاں نکالی جارہی تھیں۔ ہزار ہا مسیحی گاتے ہوئے سڑکوں پر جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ شہر اُن کے گانے کے شور وغل سے بھر گیا۔ جولین نے یہ دیکھ کر مصمم ارادہ کیا کہ اب میں مسیحیت کو ایذا رسانی کے وسیلے سے صفحۂ دنیا پر سے نیست ونابود کرونگا۔ لیکن ابھی وہ دل ہی میں یہ منصوبہ باندھ رہا تھا کہ ۳۶۳ء میں ایک سال اور آٹھ ماہ کی حکمرانی کے بعد فارس کی لڑائی میں مارا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب جولین زخم کاری کھاکر گر پڑا تو اپنے خون آلودہ ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاکر زور سے پکار اُٹھا۔ **اے گلیلی تو نے فتح پائی** اور دم دیدیا۔

ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ مسیح فتحمند ہُوا اور اُس کے عاجز ومظلوم پیرو جنہوں نے اس کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ وہ ابدی سعادت اور زندگی میں داخل ہوئے۔ مگر ایذا رسانوں نے بمصداق چاہ کن را چاہ درپیش۔ اسی دنیا میں اُن ظلموں کا خمیازہ اٹھایا۔ اور کفِ افسوس ملتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ اُنہوں نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ

تخت سلطانے کُند زیر و زبر
آہ گر مسکیں زند وقت سحر (سعدی)

(مسز) کے۔ خیراللہ۔ کلارک آباد۔

نورافشاں میں مشتہار دینے والے اصحاب سے پیشگی اُجرت لی جاتی ہے۔

شمعدان

مکاشفات ۱ باب ۹ سے ۲۰ آیت تک

خداوند کے دن رویا میں آگیا۔

بزرگانِ دین۔ یوحنا رسول مندرجہ بالا آیات میں ایک رویا دیکھتا ہے اور خاص طور پر وہ **شمعدان** کو بھی دیکھتا ہے۔

آپ ذرا قدیم زمانہ کی کلیسیا پر غور فرمائیں۔ خدا نے موسےٰ کو کہا کہ ایک مسکن بنا اور اُس نے ویسا ہی کیا۔ اس مسکن میں تین چیزیں تھیں۔ جن میں سے ایک شمعدان بھی تھا۔ تقریباً آدھے لاکھ سے زیادہ قیمت کا ہوگا۔ اور وہ خالص سونے کا تھا۔ خدا نے خاص تیاری اور عمدہ فہم ان لوگوں کو عنایت کیا تھا جنہوں نے اُن چیزوں کو بنایا تھا۔ اور وہ شمعدان ہروقت جلتا رہتا تھا۔ عبادت کا تمام کاروبار اس کی روشنی سے سرانجام پاتا تھا۔ اس کی سات شاخیں تھیں اور ہر ایک شاخ کی روشنی الگ تھی۔ لیکن روشنی ایک ہی تھی۔ یہ وہ تھا جسکی روشنی پاکترین مکان میں پڑتی تھی۔ یہ صاف خداوند مسیح کا نقشہ تھا۔ جو کہتا ہے۔ کہ **دنیا کا نور میں ہوں۔ آفتاب صداقت میں ہوں** خیمے کے اوپر ایک آگ کا ستون ٹھہرتا تھا چاہے کیسی ہی اندھیری رات ہوتی وہ ستون بنی اسرائیل کے لئے راہنما تھا۔ اور وہ شمعدان کلیسیا میں مسیح کا ایما تھا۔

خداوند کے واسطے ایک ایک خاندان کلیسیا اور ہر ایک کلیسیا کا ہر ایک شریک مسیح کا مسکن ہو کر کلیسیا کے شمعدان کی ایک شاخ خیال کیا جاسکتا ہے۔ جس سے جو خداوند کی روشنی کو اپنی زندگی سے منعکس کرسکتا ہے۔ جب کسی خاندان کے یا کسی کلیسیا کے کل ممبران باہم ملکر ایک جماعت بنجاتے ہیں تو وہ ایک ایسا الٰہی مسکن ہو جاتے ہیں۔ خداوند کی حضوری سے جو شمعدان کی اصلیت ہے روشن ومنور رہتے ہیں۔

لیکن اس پر غور کون کرے۔ یہ راہ تو اپنی ہی اپنی ہے۔ یہاں تو یہ مثل یاد آتی ہے کہ خدا کی کون سنے۔ خداوند کے کاموں کو کون خیال میں لاتا ہے۔ ہر ایک اپنے خیال کا غلام ہے۔ دوسروں سے ملکر خدا کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔ اپنی ہی تنہائی سے دنیا کو منور کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ یہ کوشش بھی مبارک ہے مگر خدا کے مسکن کے شمعدان کی پوری روشنی ہم ملکر ہی ظاہر کرسکتے ہیں۔

خداوند سے دعا ہے کہ وہ اپنی روشنی کو ایسے تاریک دلوں میں چمکاوے۔ جو ہنوز تاریک ہیں خدا کرے کہ مندرجہ ذیل الٰہی شمعدان کی سات شاخوں کی روشنی ہم مسیحیوں میں چمکا دے۔

۱۔ **ایمان کی روشنی**۔ دیکھیں کہ ہمارا ایمان مضبوط ہے۔ تھوڑی سی تنگی سے ہٹ جانے والا تو نہیں ہے چٹان ہے۔

یہ ایک چراغ ہے۔ پہاڑ پر چمکتا ہے یا چراغدان پر دھرا ہے

۲۔ **محبت کی روشنی** ہم میں زیادہ پیدا ہونی چاہئے

۳۔ **مسیحی اطمینان کی روشنی**۔ ہمیں زندگی کی دشواریوں میں ہرگز پریشان نہ ہونا چاہئے۔

۴۔ **پاکیزگی کی روشنی**۔ اس کے بغیر خدا کو دیکھنا ناممکن ہے۔

۵۔ **مسیحی نیکی کی روشنی**

۶۔ **مسیحی یگانگی کی روشنی**

۷۔ **مسیحی خدمت کی روشنی**۔ اس پر ہم ہروقت کمربستہ رہیں۔ اگر خدا کے کلیسیائی گھر کے شمعدان کی ساتوں شاخیں ... اوپر کی ساتوں باتوں کی روشنی دیتی رہیں تو نہ صرف مسیحی کلیسیا میں۔ اس کے ہر ایک خاندان میں۔ اس کے ہر ایک فرد و شریک میں تیرگی پیدا نہ ہوگی۔ بلکہ غیر مسیحی گرد ہی بھی روشنی سے منور ہو جائینگے۔

میرے عزیز بزرگو۔ یہ مندرجہ بالا سات تجلیاں ہیں جو کہ ایمانداروں میں ہونی لازمی ہیں۔ اگر

ہمارے شمعدان میں سے ایک بتی کم ہے یا بجھ رہی ہے تو خداوند کو بڑا افسوس ہے۔ اس دنیا میں ہاں اس دکھ بھری دنیا میں جس میں ہر ایک طرف سے لعن طعن۔ کینہ۔ بغض اور حسد کی کالی گھٹائیں پیدا ہیں۔ بد اخلاقی۔ بڑوں کی بیعزتی۔ نیکوں سے دشمنی اور بیہودہ عیش و عشرت کا بازار گرم ہے ہم شمعدان کی روشنی کے بغیر ہلاک ہو جائینگے تم دنیا میں چراغوں کی طرح جلتے ہوئے دکھائی دو

میرے عزیز ہم قوم بھائیو اور بہنو! ہم اس دنیا میں اور قوموں میں نور ہیں۔ بلکہ ابد الآباد تک ہم نور ہیں۔ ہم بجھ نہ جاویں۔ کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کہ ہم شمعدان کی شاخیں ہیں۔ ہم دنیا کے نور ہیں۔ وہ شہر ہیں جو پہاڑ پر بسا ہے اور چھپ نہیں سکتا ہے۔ اگر ہم بجھ جائیں تو کیسی خوفناک تاریکی دنیا میں پیدا ہو جائیگی؟

خاکسار۔ ایس۔ ایم۔ والٹر (مضطر)

فن زراعت کی نئی ایجادوں کے لئے انعام

سر گنگا رام کی فیاضی

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

رائے بہادر سر گنگا رام کی فیاضی اب شہرۂ آفاق ہے۔ گذشتہ سال آپ نے ۲۵ ہزار روپے کی گران رقم پنجاب گورنمنٹ کے حوالے کی ہے۔ اس رقم کے سود سے ایک انعام مقرر کیا گیا ہے جو اس شخص کو دیا جائیگا جو یا تو فن زراعت میں کوئی نئی تحقیق کرے یا کسی ایجاد کا موجد ہو یا کوئی ایسا نیا طریق زراعت تجویز کرے جس سے پنجاب کی زراعتی پیداوار مزید ترقی ہو اور زمینداروں کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ رقم مذکور خیراتی اوقاف کے خزانچی کے پاس جمع کی گئی ہے اور اس کے انتظام کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب کی ایک انتظامیہ کمیٹی مرتب کی گئی ہے۔

(۱) صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (پریذیڈنٹ)

(۲) حکومت ہند کا مشیر زراعت (اگریکلچرل ایڈوائزر)

(۳) رجسٹرار انجمنہائے امداد باہمی پنجاب۔

(۴) سر گنگا رام (اور آپ کے بعد وہ شخص جسے سر گنگا رام چیریٹیبل ٹرسٹ نامزد کرے)

(۵) سر جان مینارڈ (تاحین حیات)

(۶) ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت پنجاب (کنوینر اور سیکرٹری)

جائداد مذکورہ سے جو سود آئیگا وہ ان رقوم کی منہائی کے بعد جو قانون اوقاف خیراتی مجریہ ۱۸۹۰ء کے قواعد کے مطابق منہا کی جا سکتی ہیں خیراتی اوقاف کے خزانچی صاحب کی طرف سے انتظامیہ کمیٹی کو واجب الادا ہوگا۔ انعام مینارڈ گنگا رام انعام کے نام سے موسوم ہوگا اور ہر تیسرے سال تقسیم ہوگا بشرطیکہ انتظامیہ اس امر کی رپورٹ کرے کہ ایجاد و تحقیق تسلی بخش ہے اور اس قابل ہے کہ اس کیلئے انعام دیا جائے۔ انعام کی رقم تین ہزار روپیہ ہوگی اور مقابلہ میں دنیا کے جس حصہ کے لوگ چاہیں شریک ہو سکینگے۔

پہلے انعام کے حصول کے لئے درخواستیں ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت پنجاب کے پاس یکم جنوری ۱۹۳۹ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

صوبہ پنجاب اپنے دریاؤں زرخیز زمین اور گرم آب و ہوا کی وجہ سے ترقی کے بہت بڑے امکانات رکھتا ہے۔ زراعتی ترقی اس لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے کہ صوبہ کی تمام آبادی دیہاتی ہو یا شہری بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت پر اپنی زندگی کا دارومدار رکھتی ہے۔ اگر زراعتی مسائل کی تحقیقات کے لئے قابل ماہرین فن معقول تعداد میں مہیا ہو سکیں تو تھوڑے عرصہ میں صوبہ زراعتی لحاظ سے ایسا ہو جائیگا کہ دنیا کے بہت تھوڑے ملک اس کا مقابلہ کر سکینگے۔ تمام دنیا میں اب یہ امر مسلمہ ہے کہ علم و فن کی تحقیقات تمام ترقی کی کلید ہے۔ صوبہ پنجاب کے لوگوں کو سر گنگا رام کا احسانمند ہونا چاہئے کیونکہ صاحب موصوف نے دنیا میں زراعتی تحقیقات کے شوق پیدا کرنے کے لئے بہترین اور قابل قدر موقع مہیا کر دیا ہے۔

ینگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصے سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی رکھی ہیں اور چار خواتین اُسکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات عہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام ۲۵ فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جن رشتہ اعہ سے ماہ تک گرد کو نول عہ سے عہ تک۔

مزید حالات پرنسپل صاحب (ہیڈ ماسٹر صاحب) سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

پادری ایچ۔ ای۔ دائلی صاحب مہتمم نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا۔